تحریر: بدرالدین عرودکی
ترجمہ: مسعود احمد برکاتی

مسلمانوں کی تعلیمی روایت

اسلامی دنیا کا پہلا اسکول وہ مسجد تھی جو ساتویں صدی عیسوی میں نبی اکرمؐ اور آپؐ کے صحابہؓ نے بنائی تھی۔ جب سے دسویں صدی تک اسلامی عقائد کو لوگوں تک پہنچانے اور ان کو دینی تعلیم دینے کے لئے مساجد کو کام میں لایا گیا۔ لیکن جب سماجی ڈھانچے، اقدار اور سماجی زندگی پر حکمراں قواعد میں پیچیدگیاں پیدا ہونے لگیں تو اسلامی معاشرہ نئے مسائل سے دوچار ہونا شروع ہوا۔

۶۳۲ء میں نبی اکرمؐ کی وفات کے بعد تعلیم کے نئے انداز ضروری ہو گئے۔ نہ صرف مسجدوں میں بلکہ محلات میں، گلیوں میں حتیٰ کہ بازاروں میں بھی تدریسی حلقے قائم کئے گئے تدریس صرف قرآن تک محدود نہیں رہی بلکہ اس میں ادب، شاعری، صرف و نحو اور دوسرے مضامین بھی شامل ہو گئے۔

بغداد کے محلے مربد میں ماہرین قواعد طلبا اور شائقین کے گروہ جمع ہوتے اور فقہ، شاعری اور قواعد کی کلاسیں اکثر ایک ہی مسجد میں ہوتیں۔

یہ کلاسیں اور تدریسی حلقے ایک طرح کی "آزاد یونیورسٹی" تھے، کیونکہ اساتذہ پر کوئی خاص پابندی یا تحدید نہیں تھی اور طلبہ کو آزادی حاصل تھی کہ وہ اپنے لئے کسی بھی کلاس، جماعت یا حلقے کا انتخاب کرلیں۔

یہ جوشِ عمل سماجی اور ثقافتی ہم آہنگی کو ظاہر کرتا ہے۔ انسانوں اور کتابوں کے ذریعہ سے علم کی ترسیل و تبلیغ اور مختلف ثقافتوں کی شرکت نے عرب ثقافت کو بے نظیر ترقی حاصل کرنے کے قابل بنایا اور علم کے ہر میدان میں قوتِ متحرکہ عطا کی۔

بغداد میں عباسی خلافت کے عہد (۷۵۰ء سے تیرھویں صدی کے آخر تک) میں دینی تعلیم علم

کا لازمی شعبہ بن گئی۔ کچھ اساتذہ نے قرآن میں خصوصی درک حاصل کیا کچھ نے حدیث ارشادات و اعمالِ رسول اکرم صلعم اور فقہ جب کہ کچھ نے عربی زبان، ادب، تاریخ کا مطالعہ کیا۔ اس عہد میں تدریسی حلقوں کے معیار اور تعداد دونوں میں اضافہ ہوا۔ ان حلقوں کی حیثیت آئندہ قائم ہونے والے مدرسوں کے مراکز کی سی تھی یہ مدرسے ان بالغوں کے کالج تھے جو نجی مکتبوں یا مسجدوں میں ابتدائی تعلیم حاصل کر چکے تھے۔

دسویں صدی عیسوی میں مسجد سے بالکل الگ مدرسہ ایک مستقل بالذات ادارے کی حیثیت سے ابھرا حالانکہ مدارس کم سے کم ابتدائی ایام میں کسی ایک فقہی مسلک کے لئے قائم کیئے گئے تھے یا ان کا مقصد صرف ایک مکتب فقہ کے اصولوں کی تعلیم دینا تھی۔

یہ ادارے بہت جلد حکمران طاقت کے کنٹرول میں آگئے اور "منصوبہ بندی" کے پابند ہوگئے کنٹرول کی شدت اور منصوبہ بندی کی نوعیت جزوی طور پر عباسی خلفا اور فاطمی حکمرانوں کے درمیان کشمکش سے متعین ہوتی تھی۔

فاطمیئین نے شام اور مصر پر ۹۶۹ عیسوی کے بعد سے حکومت کی۔ انہوں نے بغداد میں عباسیوں سے اقتدار چھین لینے کی کوشش کی۔ عباسیوں کی حکومت کا دارومدار سلجوق ترکوں کی طاقت پر تھا اور ان کا اقتدار ۱۰۵۵ء کے بعد سے مسلم دنیا کے تمام مشرقی بازو پر قائم تھا۔

اقتدار کی یہ کشمکش مذہبی کشمکش کے متوازی تھی جیسا کہ مسلمانوں میں اکثر ہوتا ہے کہ مذہبی، سیاسی اور دنیاوی معاملات اکثر باہم جاتے تھے۔

فاطمیوں نے اپنے شیعی اصولوں کو خوب تبلیغ کرکے پھیلایا، خاص طور پر اُن مسجدوں میں جو ان کی حکومت سے باہر تھیں۔ ان مبلغوں کو جن کی جامع الازہر میں تربیت کی جاتی تھی سلجوقیوں کی جانب سے سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ جامع الازہر اس زمانے میں علم کا بہت بڑا مرکز تھا۔

عباسیوں کے وزیر اعظم نظام الملک (۱۰۱۸ تا ۱۰۹۲ء) نے ایک تعلیمی پالیسی وضع کی، جس کا منتہائے مقصود فاطمیوں کی پیش قدمیوں کو روکنا اور بالآخر ختم کر دینا تھا۔ اس پالیسی پر عمل درآمد کا آغاز نظامیہ مدرسہ (وزیر اعظم کے نام پر) کے قیام سے ہوا۔ یہ مدرسہ عرب دنیا کی پہلی یونیورسٹی تھا اور اس کو سرکاری حکام نے قائم کیا تھا، اس کی نگرانی، مصارف اور انتظام بھی وہی کرتے تھے۔

بغداد جو خلافت کا سیاسی اور ذہنی مرکز تھا، اس میں واقع "نظامیہ" کی حیثیت اولین سرکاری کالج سے بہت زیادہ ہے ۱۰۶۵ء میں اس کو سرکاری طور پر کھولا گیا خلیفہ خود اس کے سرپرست تھے۔ اس مدرسہ کو اگلی دو صدیوں تک مسلم دنیا کے تمام مدارس کے لئے ایک نمونے کی حیثیت سے خدمت انجام دینی تھی۔

بالکل ابتدا میں دوسرے مدارس نے اپنی تنظیم نظامیہ کے نمونے پر قائم کی جس کا مرتبہ و مقام ایک سرکاری ادارے کی حیثیت سے اس کے سربراہ نظام الملک نے مدرسے کی تاسیس نامہ میں واضح طریقے پر متعین کر دیا تھا مدرسے کا نظام کار خود وزیر یا اس کے ذاتی نمائندے چلاتے تھے۔ طلبہ کو ان کی تعلیمی مدت (چار سے چھے سال تک) کے دوران امداد ملتی تھی جو ان کی خوراک، سکونت اور متفرق مصارف کے لئے کافی ہوتی تھی مدرسے میں اساتذہ اور طلبہ کی اقامت گاہیں بھی شامل تھیں۔ کتب خانے کو عطیات اور میراث میں کتابیں بھی ملتی تھیں۔

مدرسہ نظامیہ کے طریق تقرر عمل کی بھی تقلید کی جاتی تھی، اساتذہ کے لئے شافعی مسلک کا ہونا ضروری تھا اور ان کا تقرر سربراہ نظامیہ یا ان کے نمائندے کرتے تھے ان کی تنخواہیں ایک خاص مد سے ادا کی جاتی تھیں جو آجکل کے اوقاف کی طرح ہوتی تھی۔

اس کا نصاب تعلیم بھی دوسرے مدارس کے لئے قابل تقلید تھا۔ طلبہ اور اساتذہ دونوں شافعی مسلک کے عامل ہوتے تھے۔ طریق تدریس اساتذہ پر منفرداً منحصر ہوتا تھا (جو اس عہد کے بڑے علما میں سے منتخب کئے جاتے تھے) نصاب تعلیم کا مقصد سراسر مذہبی ہوتا تھا جو طلبہ کو فاطمی اور شیعہ پروپیگنڈے کے خلاف شافعی مسلک کے دفاع کے لئے مسلح کرتا تھا۔

اس طرح نظامیہ اعلا تعلیم کا ادارہ تھا دینی علوم، مطالعۂ قرآن اور فقہ کے ساتھ ساتھ عربی زبان اور ادب، شاعری، علم الحساب اور دوسرے مضامین کی تکمیل کی جاتی تھی صرف انہی طلبہ کو داخل کیا جاتا تھا جو مکاتب یا مساجد کے حلقہ ہائے درس میں شامل رہ چکے ہوتے۔

دو صدی بعد نظامیہ ایک دوسرے مدرسہ المستنصریہ سے گہنا گیا۔ المستنصریہ ۱۲۲۷ء میں اپنے بانی خلیفہ المستنصر کے نام پر قائم کیا گیا۔ خلیفہ نئے مدرسے کو ایسا مرکز دانش بنانا چاہتا تھا۔ جو ہارون الرشید یا المامون جیسے خلفا کے عہد زریں کی ثقافتی شوکت کو حیات نو بخشنے کا اہل ہو۔

نظامیہ کے برخلاف المستنصریہ میں تعلیم کسی ایک مسلک تک محدود نہ تھی، بلکہ اس میں مسلمانوں کے

چاروں فقہی مسالک کے اصولوں کی تعلیم دی جاتی تھی۔ یہ ذہنی وسیع النظری مدرسے کی عمارت میں بھی منعکس ہوئی جو چار ایوانوں پر مشتمل تھی، ہر مسلک کے لئے ایک ایوان۔ یہاں علم دین کے علاوہ متعدد دوسرے مضامین جیسے ریاضی، طب، دوا سازی اور علم ہندسہ بھی پڑھائے جاتے تھے۔

یہ مدرسہ نظامیہ سے یوں بھی مختلف تھا کہ یہاں تعداد طلبہ بھی متعین تھی جس کی حد ۳۰۸ تھی ۶۲-۶۲ چاروں ایوانوں میں، دس مطالعۂ قرآن کے لئے، دس حدیث کے لئے، دس طب کے لئے اور اسی طرح۔

المستنصریہ کو اس کے قیام کے تیس سال بعد منگولوں نے تباہ کر دیا جنھوں نے بغداد کو ۱۲۵۸ء میں فتح اور تاراج کیا تھا۔ مدرسے کی کتابیں دریا برد کر دی گئیں اور اساتذہ کو غرق کر دیا گیا۔ اس حملے کے بعد فاتحین نے مدرسے کی تعمیر کی اور عثمانی ترکوں کی آمد تک یہ اسی طرح چلتا رہا۔ جنھوں نے اس کو ایک کاروان سرائے میں تبدیلی کر دیا۔

تیسرا عظیم مدرسہ الازہر، قاہرہ فاطمیوں کے زوال تک شیعیت کا معبد اور اس کے نئے ماننے والوں کے لئے مرکز تربیت بنا رہا۔ ۱۱۷۱ء میں خاندان ایوبی کی مصر میں آمد کے ساتھ اس کا اثر گھٹ گیا لیکن کچھ سال بعد ہی اس کا احیاء کیا گیا اور یہ سنی تعلیم کا مرکز بن گیا۔

تیرھویں صدی عیسوی میں تینوں مدارس ایک ہی مشن کے لئے سرگرم کار رہے، لیکن جہاں الازہر کی ترقی اور سارے عالم اسلام میں اس کی وسعتِ اثر جاری رہی، وہاں باقی دونوں مدارس منگولوں کی تاراجی سے کمزور اور مقامی حکمرانوں کی متصادم جاہ طلبیوں سے مجروح ہو کر زوال پذیر ہوئے اور آخر کار ختم ہو گئے اس کے برخلاف الازہر ہنوز اپنے قیام کے ایک ہزار سال بعد عرب دنیا کی عظیم ترین یونیورسٹی ہے

گیارھویں اور تیرھویں صدی کے درمیان مسلم دنیا کی عظیم یونیورسٹیاں النظامیہ، المستنصریہ اور الازہر دوسرے عرب شہروں میں نمونوں کی حیثیت سے دیکھی گئیں: دمشق میں ظہیریہ (۱۲۶۴ء)، قاہرہ میں نصیریہ، چودھویں صدی کے تونس کا مشہور زیتونہ اور فیض (مراکش) کا یکساں مشہور قرومیین۔

چار صدیوں تک یہ مدارس نہ صرف سیاسی اور مذہبی شعبوں میں (جن کے لئے یہ قائم کئے گئے تھے) بلکہ عربی اسلامی ثقافت کی وسعت اور ثروت میں بھی اہم کردار ادا کرتے تھے (پیامی مارچ ۱۹۷۸ء)